خدا سے براہِ راست تعلق جوڑنے سے سارے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصل میں ہر فیض اسی سے جاری ہوتا ہے اور اسی کے حکم سے جاری ہوتا ہے

خدا سے فیض یافتہ لوگ بنی نوع انسان کو فیض پہنچاتے ہیں

روزنامہ الفضل ربوہ
فون ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
خطبہ نمبر ۲۶
جلد ۴۰/۷۵ | جمعرات ۱۰ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ ، ۲۹ نبوت ۱۳۶۹ ہش ، ۲۹ نومبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۷۰

جنہوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی وفات اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی بیماری پر عالمگیر جماعت احمدیہ کے احباب کے خطوط کا شکریہ

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ بتاریخ ۱۲۔ اخاء ۱۳۶۹ ہش (۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء) بمقام بیت الفضل۔ لندن

حضور ایدہ اللہ نے سورہ نور آیات ۴۰ - ۴۱ اور سورہ زمر آیت ۷ کی تلاوت کے بعد فرمایا

خدا کے نور کے بغیر زندگی بے حقیقت ہے

"گذشتہ جمعہ پر میں نے کچھ حجابات کا ذکر کیا تھا کہ انسان اپنی زندگی مختلف قسم کے پردوں میں بسر کر کے ضائع کر دیتا ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت قرآن کریم کی یہ چند آیات تھیں جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اور خیال تھا کہ وقت ہوتا تو میں ان حجابات، ان پردوں سے متعلق کچھ مزید وضاحت کرتا لیکن ایک ہی خطبے میں چونکہ یہ ممکن نہیں تھا اس لئے میں نے اس مضمون کو آج کے اس خطبے کے لئے بچا رکھا۔

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں سے پہلی دو آیات سورۃ النور کی ہیں۔ چالیسویں اور اکتالیسویں۔ اور دوسری آیت سورۃ الزمر کی ساتویں آیت ہے۔ پہلی آیات میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسے سراب کی سی ہے جو .... ایک کھلے چٹیل میدان میں پیدا ہوتا ہے۔ پیاسا اس کو پانی تصور کرتا ہے.... .... یہانتک کہ جب اس کی طرف سعی کرتا ہوا، اس کی طرف دوڑتا ہوا اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ پانی سمجھ رہا تھا کہ پانی واقع ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا .... ہاں خدا کو اس جگہ پاتا ہے .... اور وہ اس کو اس کا پورا پورا حساب دیتا ہے .... اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے .... یا اُن اندھیروں کی طرح .... جو ایک بڑے ہی پُرجوش گہرے سمندر میں پیدا ہوتے ہیں........ ان کو موج کے بعد ایک اور موج ڈھانپ لیتی ہے........ اور اس کے اوپر بادلوں کا سایہ ہوتا ہے یعنی سورج کی روشنی بھی براہِ راست اس سمندر تک نہیں پہنچتی .... یہ ایسے اندھیرے ہیں کہ ایک کے اوپر دوسرے اندھیروں کی لہریں ہیں، دوسرے اندھیروں کے سائے اور پردے ہیں........ اور ظلمت اتنی گہری ہوتی ہے کہ اگر وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنا ہاتھ دیکھنا چاہے تو اسے بھی دیکھ نہ سکے........ جس کے لئے خدا تعالیٰ نور پیدا نہ فرمائے..... اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔

ان آیات سے ملتے جلتے مضامین ایک دوسری آیت میں بیان ہوئے ہیں اور جس طرح یہاں بھی تین اندھیروں کا ذکر ہے وہاں بھی تین اندھیروں کا ذکر ہے لیکن وہ مضمون بظاہر اس سے بالکل الگ مقام پر واقع ہے اور سرسری نظر سے ان دونوں کا تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ دوسری آیت یعنی سورۃ الزمر کی ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے .... تمہیں خدا نے ایک ہی جان سے پیدا فرمایا۔ پھر اسی جان سے تمہارا جوڑا بھی بنایا اور تمہارے لئے آٹھ جوڑے انعام میں سے پیدا فرمائے .... وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے .... ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کی صورت میں..... تین اندھیروں میں........ یہ ہے تمہارا ربّ ----- وہی مالک ہے، اسی کے لئے بادشاہت ہے، اسی کی ہر چیز ملکیت ہے .... اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں .... پھر تم کہاں اُلٹے پھر رہے ہو۔ کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔ کس طرف لوٹ کر جاؤ گے خدا سے ہٹ کر۔

یہاں دوسرے حصے میں تو تین اندھیروں کا ذکر ثلٰث کہہ کر فرمایا اور پہلی آیات میں تین اندھیرے بیان فرمائے لیکن لفظ تین وہاں بیان نہیں فرمایا۔ ان دونوں کو اگر آپ غور

مسلسل صـ۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ صلا سے آگے

سے پڑھیں تو ایک آیت کے مضمون سے دوسری آیات کے مضمون کو سمجھنے میں بڑی سہولت ملتی ہے، آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن سب سے پہلے مَیں یہ دوسری آیت جو بعد میں پڑھی ہے اس کے متعلق کچھ کہتا ہوں۔ قرآن کریم نے ماں کے پیٹ میں بچے کا اندھیروں میں پیدا ہونے کا جو ذکر فرمایا ہے اس سے مختلف مفسّرین نے مختلف اندھیروں کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن اس سے مراد صرف وہ ظاہری اندھیرے نہیں ہیں جو ماں کے پیٹ میں تہ بہ تہ پائے جاتے ہیں بلکہ خلقاً من بعد خلقٍ میں ایک اور مضمون بیان فرمایا اور وہ انسانی زندگی کے ارتقاء کا مضمون ہے۔ انسانی زندگی تین بڑے ادوار میں ارتقاء پذیر ہوئی ہے۔ ایک وہ جو قرآن کریم کے بیان کے مطابق "نباتا" کا دَور تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں نبات کی طرح اگایا یعنی جب انسان ابھی نباتاتی دَور میں تھا اور حیوانی زندگی میں داخل نہیں ہؤا تھا۔ دوسرا دَور ہے: حیوانی زندگی کا دَور۔ اور تیسرا ارتقاء ہے انسانی زندگی کا ارتقاء۔ اور جب تک خدا تعالیٰ نے اپنی رُوح آدم میں نہیں پھونکی، باوجود اس کے کہ اس سے پہلے آدم پیدا ہو چکا تھا اُسے نور نصیب نہیں ہؤا اور مذہب کے آغاز سے قبل کی انسانی زندگی بھی اندھیروں میں بسر ہو رہی تھی۔ پس دراصل تو یہ ایک بہت ہی گہرا اور لمبا وسیع مضمون ہے جس میں خلقاً من بعد خلقٍ کہہ کر ہمیں توجہ دلائی گئی کہ جن اندھیروں کا ہم بنیادی طور پہ ذکر کر رہے ہیں یہ تمام زندگی کے ہر دَور پہ پھیلے پڑے ہیں اور تین ادوار میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان پر غور کرو گے تو اس سے تمہیں بہت سی روشنی نصیب ہو گی اور تمہیں یہ علم ہو جائے گا کہ جب تک خدا کی طرف سے انسان پر آسمان سے نور نازل نہیں ہوا۔ اس سے پہلے کی تمام زندگی کلیۃً بے معنی اور بے حقیقت اور اندھیروں میں بسر ہونے والی زندگی تھی۔

اللہ کے حکم سے زندگی پیدا ہوتی ہے

اس کا دوسرا معنی ظاہری طور پر یہ ہے کہ ماں کا ایک جسم ہے جس نے رِحم کو گھیرا ہوا ہے۔ اور ماں کا رِحم خود ایک پردہ ہے لیکن اس جسم کی دبیز تہ کے اندر چھپا ہوا ہے اور باہر کی دنیا سے اس رِحم کا تعلق کاٹ دیتا ہے پھر رِحم خود ایک پردہ ہے جو اُس PLACENTA اور جسم کے درمیان حائل ہے جس کے اندر بچّہ بنتا ہے۔ PLACENTA اُس تھیلی کو کہا جاتا ہے جس کے اندر بچّے کی پرورش ہوتی ہے وہ براہِ راست رِحم میں پرورش نہیں پاتا بلکہ اس کا ایک حصّہ رِحم سے پیوستہ ہو کر رِحم کی وساطت سے ماں سے فیض پا رہا ہوتا ہے اور پھر تیسرا پردہ اُس PLACENTA کا ہے۔ اُس PLACENTA کے اندر بچّہ بہت سے بداثرات سے محفوظ رہتا ہے جو رِحم سے براہِ راست اُس کو پہنچ سکتے تھے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ نیا مضمون ہے جس پہ سائنس آجکل بہت تحقیق کر رہی ہے کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے بچّے کو خود اس کی ماں کے جسم اور رِحم سے محفوظ رکھا ہوا ہے اور کیوں PLACENTA میں لپیٹا ہوا ہے لیکن جہاں تک پردے کا تعلق ہے یہ بہرحال پردہ ہے۔ اِن تین پردوں کے اندر بچّے کی زندگی تمام نوروں سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتی بلکہ بالواسطہ تعلق رکھتی ہے، اور کٹی رہتی ہے رِحم کے اندر PLACENTA کے اندر جو بچہ ہے وہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کی کیفیت رکھتا ہے نہ وہ براہِ راست سُن سکتا ہے نہ بول سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور کلیۃً تین اندھیروں میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ ماں جو فیض من خدا تعالےٰ کی نعمتوں سے دنیا سے پاتی ہے وہ فیض رِحم میں منتقل ہوتا ہے۔ رِحم جو فیض PLACENTA کو بخشتا ہے اس سے بچہ فیض پاتا ہے اور ہر طرح سے وہ لینے والا ہے عطا کرنے والا نہیں۔ یعنی یہ وہ زندگی ہے کہ جو چیز تین اندھیروں میں لپٹی ہوئی ہے اس کی آخری شکل یہ بنتی ہے کہ وہ ہر طرف سے فیض پا رہی ہے اور فیض دے نہیں سکتی اور براہ راست کچھ بھی کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ نہ سن سکتی ہے نہ دیکھ سکتی ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کی سی کیفیت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایسی صورت میں اس میں اپنی روح پھونکتے ہیں اور جب روح پھونکتے ہیں تو وہ سمیعٌ بصیر بن جاتا ہے

جہاں تک سائنسی تحقیق کا تعلق ہے غالباً چوتھے یا پانچویں مہینے کے درمیان ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اچانک بچے میں زندگی پڑ جاتی ہے۔ آجکل تمام دنیا میں ابارشن (ABORTION) کے متعلق جو بحثیں ہو رہی ہیں کہ کس حد تک وضع حمل وقت سے پہلے کرنا جائز ہے یا نہیں ہے۔ ابارشن (ABORTION) کا ترجمہ مَیں نہیں جانتا لیکن بہرحال آپ جانتے ہیں لفظ ABORTION کافی مشہور و معروف ہے (کچھ توقف کے بعد حضور نے ABORTION کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا) اسقاطِ حمل کس حد تک جائز ہے اور کب جائز ہے؟ تو آخری رجحان جو ہے وہ یہی ہے کہ جب تک بچے میں زندگی نہ پڑے اس وقت تک کوئی بڑی اخلاقی روک اسقاطِ حمل کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیئے لیکن جب زندگی پڑ جائے تو اس کے بعد اس کا اپنا ایک الگ وجود بن جاتا ہے پھر جب تک ڈاکٹری یا طبّی رائے کے مطابق ماں کو خطرہ درپیش نہ ہو اس وقت تک بچے کو گرانا مناسب نہیں یا جائز نہیں تو یہ وہ موقع ہے جسے ہم "نفخ روح" کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بچے میں، جنین میں روح پھونکی جاتی ہے۔ وہ دوسرے اندھیرے جن کا اسی آیت میں ذکر ہے جو انسانی زندگی کے ارتقاء پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں بھی یہی بات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جب تک ہم نے آدم کو ٹھیک ٹھاک کر کے یعنی بنا لیا، درست کر لیا، جب تک اس میں روح نہیں پھونکی فرشتوں کو اس کی اطاعت کا حکم نہیں دیا۔ جب ہم نے اس میں روح پھونکی تو پھر ایک خلقِ آخر بن گیا۔ ایک نئے وجود کے طور پر وہ ظاہر ہوا۔

پس دونوں اندھیروں کو روشنی میں تبدیل کرنے کے لئے "نفخ روح" کی ضرورت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاتی طور پر ایک الہامی کیفیت کے نازل ہونے کی ضرورت ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی ہے بچے کی صورت میں لیکن لازماً ایک حکم آتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اس سوال کے جواب میں کہ روح کیا چیز ہے؟ فرمایا: کہہ دے کہ یہ امرِ ربّی ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی جب تک یہ امر نازل نہ ہو اس وقت تک کوئی چیز زندہ نہیں ہو سکتی تو یہ جو اندھیرے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک اندھیرا وہ آخری ہے جس میں انسان کچھ بھی باہر سے براہ راست حاصل نہیں کر سکتا، نہ دیکھنے کی، نہ سننے کی طاقت، نہ بولنے کی، کلیۃً ایک قسم کی فیض سے عاری اور کلیۃً دوسروں کے فیض پہ انحصار پانے والی زندگی بسر کر رہا ہے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے نفخ روح ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی بچہ اچانک تم دیکھتے ہو کہ سمیعاً بصیراً ہو جاتا ہے۔ سننے والا اور دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ یہاں بولنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بولنے کا انحصار دراصل سننے پر ہے اور باہر کی دنیا سے فیض پانے کے دراصل دو رستے ہیں سننا اور دیکھنا۔ یہی سب سے اہم رستے ہیں۔ بولنا ان کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے دراصل بولنے کا لفظ ان کے اندر شامل ہے تو چونکہ پیدائش کے معاً بعد بچہ بولنے نہیں لگتا لیکن فوراً دیکھنے اور سننے لگ جاتا ہے اس لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ بھی کمال ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ وہ اچانک بولنے لگ جاتا ہے بلکہ فرمایا کہ وہ دیکھنے اور سننے لگ جاتا ہے یعنی بولنے کے لئے تیاری شروع ہو جاتی ہے اور جو علم وہ پاتا ہے اس کے بیان کی قدرت پھر اس کو انہیں دو ذریعوں سے نصیب ہوتی ہے تو یہ تین اندھیرے ہیں جو بہت اختصار کے ساتھ مَیں نے بیان کئے اور جو ماں کے اندر بچے کی مثال کے ذریعے ہم پر واضح فرمائے گئے۔

اب ہم پہلی دو آیات کی طرف آتے ہیں کہ ان میں کیا مضمون بیان ہوا ہے اور وہ اندھیرے ہماری زندگی پر کس طرح اطلاق پاتے ہیں اور ہیں کیا؟ پہلی آیت میں تو ایسے کفار کی مثال دی گئی ہے جو کلیۃً مذہب سے بے تعلق اور خالصۃً دنیا دار ہیں۔ ان کو نہ خدا کا کچھ پتہ، نہ کسی مذہب کا پتہ۔ ان کی زندگی یہی دنیا اور اسی کی لذات کی پیروی ہے اور اس کے سوا ان کے لئے اور کچھ بھی نہیں۔ تمام کائنات گویا کہ ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، صرف وہ چیزیں معنی اختیار کر جاتی ہیں جو ان کو لذّت دینے میں کسی طرح ممد بنتی ہیں یا براہ راست ان کو لذّت پہنچاتی ہیں۔ پس ان کی ساری زندگی لذتوں کی پیروی میں بسر ہو جاتی ہے اور جو لذتیں انہوں نے اپنے تصور سے، اپنے ذہن کے نقشے میں ایسی بنائی ہوئی ہوتی ہیں کہ ان کو حاصل کرنے کے بعد ان کی پیاس بجھ جائے گی، ان کو چین نصیب ہو جائے گا۔ بلا استثناء جب بھی یہ ان لذتوں کو حاصل کرتے ہیں تو وہ پیاس بجھانے میں کامیاب نہیں ہوتیں بلکہ ایک اور پیاس بھڑکا دیتی ہیں اور سراب کی طرح آگے آگے بھاگتی رہتی ہیں یہاں تک کہ آخری وقت پہنچ جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم نے اس لمبے سفر کو مختصراً یوں بیان فرما دیا کہ سراب کی طرح ان کے اعمال ہیں اور سراب کے متعلق ہم سب جانتے ہیں کہ پیاسا صرف ایک مقام کو نظر میں رکھ کر وہاں تک نہیں پہنچا کرتا بلکہ سراب اس سے آگے بھاگتا رہتا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے۔

حساب آخرت میں ہی نہیں ساتھ ساتھ بھی ہوتا رہتا ہے

پس قرآن کریم نے اس لمبے مضمون کو اس طرح مختصر کر دیا کہ آغازِ سفر اور مقصدِ سفر بیان فرما دیا اور پھر انجام سفر بیان فرما

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیا۔ فرمایا کہ پھر تم جانتے ہی ہو کہ اسے کوئی پانی نہیں ملتا اور اس کا زندگی کا آخری حساب پیاس کی حالت میں مرنا ہے۔ اگرچہ یہ سفر بہت لمبا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ...... اللہ تعالیٰ بہت تیز حساب کرنے والا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی بعض دفعہ لمبی زندگیاں ہیں جو دنیا کی لذتوں کے حصول میں صرف ہو جاتی ہیں اور اس وقت حساب نہیں ہوتا تو اس سے ایک تو ہمیں یہ سمجھ آئی کہ سریع الحساب کا وہ مطلب نہیں ہے جو ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی گناہ کیا اور ابھی پکڑا گیا کیونکہ سراب کی پیروی کرنے والا جب تک سراب تک پہنچ نہ جائے یعنی اس مقام تک جس کے بعد آگے سفر ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت تک اس کا حساب پورا چکایا نہیں جاتا لیکن دوسرا مضمون اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگرچہ آخری حساب سفر کے آخر پر چکایا جاتا ہے لیکن ایک مسلسل حساب ہے جو ساتھ کے ساتھ جاری ہے اور ان معنوں میں اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے یعنی یہ نہ سمجھیں کہ جب وہ موت کے آخری کنارے پر پہنچ کر پیاس سے مر رہا ہے تو اس وقت اس پر سریع الحساب ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ پیاسا جب پانی کی تلاش میں سرگرداں ہوتا ہے اور پانی سمجھ کر ایک چٹیل میدان کی طرف بھاگ رہا ہوتا ہے تو اس کا ہر قدم اس کا حساب چکا رہا ہوتا ہے ؎

ہر قدم دوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

غالب نے جو یہ مضمون بیان فرمایا ہے اس سے آپ کو "سریع الحساب" سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ پس سراب ہی کا نقشہ ہے جو غالب نے کھینچا ہے کہتا ہے ؏

ہر قدم دوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے

مجھ سے دوریٔ منزل اس وقت ظاہر نہیں ہوتی جب میں آخر پر پہنچتا ہوں اور کچھ نہیں پاتا بلکہ ہر قدم پہلے سے زیادہ دوبھر اور مشکل ہوتا چلا جاتا ہے اور میری تکلیف کا احساس بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آخر پر پھر یہ بات کھلتی ہے کہ میں محض ایک سراب کی پیروی کر رہا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا جس کی خاطر میں لا حاصل دوڑا۔ پس سریع الحساب کا ایک تو ہمیں یہ اشارہ مل گیا کہ بہت سی باتوں میں خدا تعالیٰ کے سریع الحساب ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ادھر گناہ کیا ادھر پکڑے گئے لیکن جھوٹی لذتوں کی پیروی کرنے والوں کے لئے سریع الحساب کا یہ بھی معنی ہے کہ ہمیشہ ایک محرومی کا احساس ہے جو ان کے ساتھ لگا رہتا ہے، جو اُن کی جان کو کریدتا رہتا ہے اور کبھی بھی وہ تسکینِ قلب و جاں پا نہیں سکتے اس کے بعد پھر ان ظلمات کا ذکر فرمایا جن کی خاطر میں نے ان آیات کی تلاوت کی۔ یعنی وہ بیان کرنا مقصود تھیں۔ فرمایا...... سراب کی زندگی سے مراد خالص دنیاداری کی زندگی ہے۔ اور قرآن کریم کے محاورے سے پتہ چلتا ہے کہ...... خشکی میں بھی فساد ہو گیا اور بحر میں بھی فساد ہو گیا۔ خشکی کا فساد ان دنیاداروں کا فساد ہے جو مذہب سے بے تعلق ہوتے ہیں اور تری کا فساد وہ فساد ہے جو مذاہب میں برپا ہو جاتا ہے۔ مذاہب میں پیدا ہوتا ہے اور ان کو گندا کر دیتا ہے اور روشنیوں کو اندھیرے میں بدل دیتا ہے یہ وہ مذاہب ہیں جو کبھی خدا کی طرف سے تھے لیکن بعد میں بندوں نے اپنا تعلق خدا کے نور سے کاٹ لیا اور پھر دن بدن ان مذاہب کے اندھیرے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ان کے نتیجے میں بظاہر مذہبی لوگ ہیں لیکن ان کی ساری زندگی اندھیروں میں صرف ہوتی ہے۔ پس اچانک سراب سے سمندر کی طرف منتقل ہونا بظاہر مضمون بدل دینا یہ عجیب قرآن کریم کی شان ہے۔ لیکن ذرا گہری نظر سے آپ دیکھیں تو درحقیقت ایک ہی مضمون کے دو پہلو ہیں اور ان دونوں مضامین کا قرآن کریم کی ایک اور آیت سے تعلق ہے جیسا کہ میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا ہے ...... پہلا فساد "بر" کا تھا جو پہلی آیت میں کھول کر بیان فرمایا گیا اور دوسرا فساد "بحر" کا فساد ہے جس کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ تو ایسی صورت میں اندھیروں کی کئی شکلیں ہیں۔ آخری شکل وہی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں جنین کی جو PLACENTA میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا مذہبی انسان جو کلیۃً اندھا ہو بظاہر مذہب سے تعلق ہو لیکن سوائے نفسانیت کے اس میں کچھ بھی نہ ہو، مذہب اس کے لئے فیض پہنچانے کا ذریعہ تو ہو۔ مذہب اس کو اس بات پر آمادہ نہ کر سکے کہ دوسروں کو فیض پہنچا سکے۔ گویا خدا اور اس کی ساری کائنات سب کچھ اس کی خاطر قائم ہیں جب تک ان باتوں کا فیض اس تک پہنچتا ہے اس کا تعلق قائم ہے۔ جب فیض بند ہو گیا تو وہ اپنا تعلق توڑ لے گا اور اس کے سوا اس کو کوئی نور بصیرت حاصل نہیں۔ کوئی سماعت کی طاقت حاصل نہیں۔ ایسے لوگوں کا ذکر قرآن کریم نے اور بھی کئی جگہ فرمایا کہ وہ خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق رکھتے ہیں کہ جب تک خدا کا دینے کا ہاتھ دیتا رہے ان کا تعلق ہے۔ اگر دینے کا ہاتھ رک گیا تو وہ آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں وہیں گر جائیں گے اور بھسم ہو جائیں گے ____ ان کی زندگی اسی بات پر مشروط ہوتی ہے اور یہ صرف براہ راست خدا سے تعلق میں نہیں بلکہ مذہبی جماعتوں سے تعلق میں بھی ان کا یہی طرز فکر ہے جو ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ایک احمدی ہے اگر نظام جماعت سے اس کو فیض پہنچ رہا ہے تو وہ تعلق رکھ رہا ہے اور جہاں کسی موقعہ پر نظام نے فیض نہیں دیا یا فیض تو وہ دیتا ہے لیکن نظام کے فیض کی تعریف اور ہے اور اس کے فیض کی تعریف اور ہے۔ وہیں وہ کھڑا ہو جائے گا اور الٹ کر دیکھے گا نظریں ملا کر اور اس کی نظروں میں کوئی شرم کوئی حیا، کوئی ادب نہیں ہو گی کہ یہ جماعت ہے مجھے اس کی ضرورت تھی اور تم لوگ میرے کام نہیں آئے۔ جاؤ جہنم میں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ تو ایسے بچے جن کا جنین سے یہ تعلق رہتا ہے ذرا بھی جنین ان کو خوراک دینی بند کر دے تو وہ مر جاتے ہیں اور ظاہری تعلق بھی توڑ لیتے ہیں اور فساد بن جاتے ہیں۔ اگر وہ زیادہ دیر جسم میں رہیں تو جسم کو بھی گندا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے جسم ان کو نکال کے باہر پھینک دیتا ہے۔

پس خدا کو براہ راست مخاطب کر کے یہ کہنے والے لوگ تو کم ہوں گے یعنی مذہبی دنیا میں۔ غیر مذہبی دنیا میں تو ان کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ خدا ہے یا نہیں ہے لیکن نظامِ جماعت سے یا مذہبی نظام جو بھی ہو اس کے تعلق میں یہ لوگ خواہ وہ عیسائیت ہو یا کوئی اور مذہب ہو ہمیشہ نفسانیت کو اتنا اونچا مقام دیتے ہیں کہ مذہب سے تعلق صرف فیض پانے کا ہے، فیض دینے کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ آپ کو لاکھوں کروڑوں عیسائی بھی ایسے ملیں گے جو فیض کی خاطر عیسائی ہوئے جب تک ان کو ایڈ ملتی ہے جب تک ان کو فیض پہنچتا رہتا ہے وہ عیسائی بنے رہتے ہیں جہاں وہ فیض ختم ہوا وہاں انہوں نے عیسائیت سے تعلق توڑ لیا تو یہ وہ آخری اندھیرا ہے اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ میں نے صرف ایک مثال دی ہے کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہو جائے گا۔ اس کو آپ اپنے طور پر سوچ کر اپنی زندگی کی مختلف حالتوں پر اطلاق کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ جب میں کہتا ہوں اپنی زندگی کی مختلف حالتوں پر تو میری مراد یہ نہیں ہے کہ (اللہ تعالیٰ پناہ دے) ہم میں سے ہر ایک اسی حالت میں ہے اور وہ پہچان سکتا ہے کہ میں اسی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں بلکہ میری مراد ہے کہ ان مثالوں کا سو فی صدی اطلاق نہیں ہوا کرتا۔ ہر انسان پر، یہ مثالیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی نہ کسی حد تک، کسی نہ کسی شخص سے کوئی تعلق رکھتی ہیں۔ بعضوں سے زیادہ اور بعضوں سے کم۔ بعضوں کی حالت میں جنین کی کیفیت بہت تھوڑی ہوتی ہے اور سمیعاً بصیرا کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ بعضوں کی حالت میں جنین کی کیفیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ موت کے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم میں سے ہر شخص ان کیفیات سے گذرا ہوا ہے کیونکہ جنین کی مثال میں خدا تعالیٰ نے ایک اور بہت ہی عظیم الشان حکمت کی بات یہ بیان فرما دی ہے کہ جنین میں غور کرو کہ ہم تمہیں کیسے مختلف شکلیں دیتے ہیں اور یہ جو سوال اٹھایا گیا اس نے تمام EVOLUTION تمام دورِ ارتقاء کے ہر حصے پر روشنی ڈال دی کیونکہ سائنس دانوں نے یہ دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ رحم میں جنین کو ہر اس شکل سے گذارتا ہے جس شکل سے کبھی زندگی گذری ہے اور زندگی کے ہر طبقے کی کوئی نہ کوئی مشابہت بچے کی پیدائش کے آغاز سے لے کر اس کے مکمل ہونے تک ضرور اس کی زندگی کی نشوونما کے کسی حصے میں ملتی ہے

خود غرضی انسان کو گونگا بہرہ بنا دیتی ہے

پس سلوک کی اعلیٰ سے اعلیٰ راہیں طے کرنے والا بھی ان باتوں سے واقف ضرور ہوتا ہے خواہ وہ کتنے بلند مقام پر ہو۔ بعضوں کے سفر کامیابی سے طے ہوتے ہیں۔ ہر ابتلاء سے وہ کامیابی سے گذر جاتے ہیں بعض ٹھوکریں کھا کر آگے بڑھتے ہیں بعض کچھ دیر اندھیروں میں بسر کر کے پھر خدا سے توفیق پاتے ہیں کہ پردے پھاڑ کر آگے نکلیں مگر آپ اگر اپنے حال پر ان باتوں کو اطلاق کر کے دیکھیں تو یہ مضمون جو جنین والا ہے آپ کے لئے روشنی لے کر آئے گا اور آپ کو اندھیروں سے نکالنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والا بنے گا اور آپ اپنی کیفیتوں کا بہتر تجزیہ کرنے کے اہل بن جائیں گے۔ پس خود غرضی کی انتہاء جنینی کیفیت ہے جس میں انسان کلیۃً فیض پانے والا ہے اور یہ وہ پردہ ہے جو عقل اور دل اور روحانیت کو بالکل اندھا کر دیا کرتا ہے۔ خود غرضی اور نفسانیت کی آخری شکل وہ ہے جو بڑے سے بڑے عالم کو کلیۃً جاہلانہ حرکتوں پر مجبور کر دیا کرتی ہے۔ بڑے سے بڑے فلسفہ دان، بڑے سے بڑے سیاستدان کو جب خود غرضی کی بیماری لاحق ہو تو جہاں وہ لاحق ہوتی ہے وہاں اس کا اندھا پن ظاہر ہو جاتا ہے وہاں نہ وہ سمیع رہتا ہے نہ بصیر رہتا ہے۔ سن بھی نہیں سکتا، دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اب یہ بھی ایک مثال ہے جو آجکل کے حالات پر صادق آرہی ہے۔ آپ مغربی دنیا کے بڑے بڑے عظیم الشان روشن دماغ تعلیم یافتہ سیاستدانوں کے حال پر غور کریں جہاں خود غرضی لاحق ہوئی وہاں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ فوراً اندھے بھی ہو جاتے ہیں اور بہرے بھی ہو جاتے ہیں اور جو بولتے ہیں وہ اندھے اور بہروں کی طرح گونگوں کی طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو شخص اندھا اور بہرہ بھی ہو وہ جو بات کرے گا تو گونگا ہوگا اور اول درجے کا گونگا ہوگا۔ وہ سوائے غوغا کے اور شور کے اور اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ سکتی کیونکہ گونگوں کی بھی قسمیں ہیں۔ اکثر تو خدا کے فضل سے دیکھ بھی سکتے ہیں اس لئے وہ ہونٹوں سے اندازے لگا کر بہت کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ لوگوں کے تاثرات دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان کی آواز کیسی بدزیب ہے اور بدنما ہے اور کیا کیا اس میں کمزوریاں ہیں جو چہروں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ تاثرات کی شکل میں تو ایسے گونگے جو ذہین ہوں وہ عجیب سی آوازیں نہیں نکالتے جس پر لوگ ہنستے ہوں۔ جس پر لوگ برا مناتے ہوں۔ جن کے بد اثرات لوگوں کے چہروں پر ظاہر ہو رہے ہوں لیکن یہ گونگے اور بہرے جو عقل کے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں نہ عقل کی بات سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی باتیں بالکل شور و غوغا ہیں۔ مکروہ سنائی دینے والی باتیں اور ان کے اندر کوئی مغز نہیں رہتا، کوئی حکمت نہیں رہتی۔ کوئی بنی نوع انسان کے فائدے کی بات نہیں رہتی تو انسان اندھیروں میں سے ہمیشہ کے لئے نکل کر ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ جہاں روشنی ہی روشنی ہو یہ سوائے خدا سے تعلق کے نصیب نہیں ہو سکتا اور پھر آگے اس میں بھی درجے ہیں لیکن باقی سب جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی پہلو سے جنین کی کوئی حالت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس مضمون پر غور کرکے اگر آپ اپنی زندگی کا تجزیہ کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرما سکتا ہے کہ آپ اپنے لئے بہتر لائحہ عمل بنا سکیں۔

دوسرے پردے کی مثال جب ہم اس آیت پر چسپاں کرتے ہیں تو وہ ایسے انسان کی سی ہے جو خدا کی نظر میں نہیں رہتا لیکن بندوں کی نظر میں آ جاتا ہے اور بندوں کو دیکھنے لگ جاتا ہے اور بندوں کو سننے بھی لگ جاتا ہے۔ اس کے بنی نوع انسان سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ وہ جنین کے پردے سے باہر آ کر ایک اور قسم کے پردے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا ہر فعل دو پہلو رکھتا ہے۔ یا وہ بنی نوع انسان سے خوف کھا رہا ہے اور یا وہ بنی نوع انسان کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ خدا اس کی نظر میں کوئی ایسی اہمیت نہیں رکھتا کہ اپنے افعال کو اور اپنے اعمال کو خدا کی رضا کی خاطر ڈھالے اور خدا کی رضا کے تابع کرے چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو کثرت سے مختلف آیات میں بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں وہ ریاء کی خاطر کرتے ہیں یہاں تک کہ سب سے بڑا نیک عمل یعنی عبادت اس میں بھی ریاء داخل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سمندر کی دونوں موجوں سے باہر تو آ گئے لیکن سحاب کا سایہ ابھی ان کے اوپر پڑا ہوا ہے یعنی سمندر کی موجوں سے باہر بھی آ جائے اور اگر گہرے بادل چھائے ہوئے ہوں تو کچھ سجھائی نہیں دیتا تو ان کا جو کچھ بھی تھوڑا بہت دھندلا نظر آتا ہے اس کا آسمان سے تعلق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ماحول اور چھوٹے سے مختصر دائرے کے ماحول میں دکھائی دینے والی چیزیں ہیں اور انہیں کی خاطر انسان زندہ رہتا ہے۔

خدا کے نور سے تعلق کاٹنے والے دنیا سے تعلق جوڑتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ (سورۃ الماعون آیات ۵ تا ۸) ہلاکت ہو مصلیوں کے لئے۔ یہاں مصلی سے مراد پنجابی والے مصلی نہیں۔ مُصَلِّین یعنی نماز پڑھنے والے۔ دیکھیں کلام الٰہی کی شان۔ نماز پڑھنے والوں پر لعنت ڈال رہا ہے لیکن کون سے نماز پڑھنے والے ..... وہ جو اپنی نماز کی کنہ سے غافل ہوتے ہیں۔ اس کی حکمتوں اور اس کی روح سے غافل ہوتے ہیں۔

یعنی نماز کی حکمت اور کنہ تو یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف انسان کو لے جائے اور خدا کے ساتھ تعلق قائم کر دے اور خدا دکھائی دینے لگے اور خدا کی خاطر نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ ہے صلوٰۃ کی حقیقت اور اس کی حکمت ..... مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کی حقیقت سے غافل ہوتے ہیں لیکن خلاء تو دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ جب ایک حقیقت ایک جگہ کو چھوڑتی ہے تو اس کی جگہ ایک جھوٹی بات اس حقیقت کے خلاء کو پر کرنے کے لئے آ جاتی ہے ..... ہر فعل انسان کے لئے کوئی مقصد چاہتا ہے۔ کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ کوئی MOTIVE FORCE کام کرنے کے لئے۔ طاقت کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ فرمایا ان کی MOTIVE FORCE بدل جاتی ہے۔ خدا کی خاطر نماز نہیں پڑھتے، دکھاوے کی خاطر، بنی نوع انسان کو بتانے کی خاطر کہ ہم کتنے بزرگ ہیں اور داڑھیاں بڑھالیں گے اور ایسی ایسی جگہوں پر، مواقع پر جا کر نماز پڑھیں گے کہ جہاں تصویریں کھینچی جا رہی ہوں، کیمرے تیار ہوں ان کی عبادت کے چرچے کرنے کے لئے۔ اخباروں میں تشہیر ہو رہی ہو کہ فلاں وزیر صاحب فلاں جگہ پہنچے اور فلاں جگہ عید کی نماز انہوں نے سرانجام دی۔ اس قسم کے نمونے شروع ہو جاتے ہیں لیکن صرف وزیروں پر موقوف نہیں ہے، صرف سیاستدانوں پر موقوف نہیں ہے، زندگی میں بہت سے انسان ایسے ہیں جن کی تصویریں بھی اخباروں میں نہیں آتیں اور چرچے اخباروں میں نہیں چلتے لیکن ان کی عبادتیں ریاء کی وجہ سے بے حقیقت ہو جاتی ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ بے حقیقت ہونے کی وجہ سے ریاء کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دکھاتے ہیں تو خدا کو نہیں دوسروں کو اور ڈرتے ہیں کسی کی نظر سے تو بنی نوع انسان کی نظر سے ڈرتے ہیں اور میری نظر سے نہیں ڈرتے تو جس کا تعلق سورج سے نہ رہا ہو اور درمیان میں گہرے بادلوں کے پردے حائل ہوں۔ نہ سورج اس کو دیکھ سکتا ہے نہ وہ سورج کو کچھ دکھا سکتا ہے تو کیسی حسین مثال دی ہے کہ خدا کے نور سے تعلق کاٹنے والے یہ لوگ پھر دنیا کے نوروں سے تعلق جوڑتے ہیں یعنی دنیا کے نور سے مراد ہے جتنی بھی تھوڑی بہت روشنی دراصل سورج سے بالواسطہ دنیا کو نصیب ہوتی ہے اس روشنی میں وہ زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں اور وہی ان کا مرجع اور ماویٰ ہے۔ وہی ان کی زندگی کا حاصل ہے تو یہ جو دوسرا پردہ ہے یہ بھی بہت خطرناک پردہ ہے اور بنی نوع انسان کی اکثریت خواہ وہ مذہب سے تعلق رکھتی ہو اور خواہ وہ نفسانیت کی آخری حالت سے باہر آ چکی ہو تب بھی اسی حال میں زندگی بسر کر رہی ہوتی ہے کہ اس کے اکثر نیک اعمال کوئی نہ کوئی بنی نوع انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والے مضمرات لئے ہوئے ہوتے ہیں ایسی مخفی باتیں لئے ہوتے ہیں جن کا تعلق خدا کی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ بنی نوع انسان سے ہوتا ہے۔ ان کی خیرات کا بھی زیادہ تر تعلق نفسی اغراض اور ریاء کی اغراض سے ہو جاتا ہے یا نفسی اغراض ان معنوں میں کہ وہ دیتے ہیں تاکہ زیادہ ملے .... قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہرگز اس خیال سے احسان نہ کرو کہ تم زیادہ لے لو اور بعض دفعہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ریاء سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے لئے نہیں خرچ کرتے بلکہ دنیا کو دکھانے کی خاطر اور یہ صرف دو مقاصد نہیں ہیں ان کے درمیان بہت ہی باریک باریک منازل یعنی چھوٹی چھوٹی منازل ہیں اور بہت ہی مراتب ہیں جو ان کے درمیان واقع ہیں۔ اس لئے جب قرآن کریم بعض بڑی بڑی بنیادی باتوں کا ذکر فرماتا ہے تو یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے فاصلے ہیں اور انسان ایک مقام سے دوسری طرف سفر کرتے ہوئے وقت لیتا ہے لیکن درمیان میں بہت سی منازل حائل ہوتی ہیں۔ کوئی یہاں ٹھہر گیا، کوئی وہاں ٹھہر گیا، اور بعض لوگوں کی زندگی تمام تر بنی نوع انسان کے خوف اور بنی نوع انسان کو خوش کرنے کی خاطر مختلف منازل میں گزرتی ہے ان دو باتوں کے درمیان جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مختلف مراتب اور منازل ہیں۔ الگ الگ مقامات ہیں اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خالصۃً بنی نوع انسان سے ڈرنے والا شخص ہے اور یہ خالصۃً بنی نوع انسان کو راضی کرنے والا شخص ہے بلکہ ہر شخص اپنی اپنی توفیق کے مطابق کسی حال پر قائم ہوتا ہے۔ کہیں بنی نوع انسان کا خوف اس پر اس حد تک غالب ہو جاتا ہے کہ پوری طرح وہ مشرک بن چکا ہوتا ہے اور خدا اور خدا والوں کا کوئی احترام اس کے دل میں باقی نہیں رہتا اور بہت سے آدمی ایسے ہیں جن کو کچھ حصہ خدا کے خوف کا بھی رہتا ہے اور کچھ حصہ بنی نوع انسان کے خوف کا بھی رہتا ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سے فاصلے ہیں۔ مختلف حالتیں ہیں اور ہر انسان اگر غور کرے تو اپنی حالت کا تعین کر سکتا ہے ....

آخری ممتحن تو خدا ہے

جو مضمون قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ یہی ہے کہ تم اپنے نفس پر "بصیرہ" تو ضرور ہو۔ ہم نے تمہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ توفیق بخشتی ہے کہ چاہو تو اپنے نفس کا ایسا خوبصورت اور واضح تجزیہ کر لو کہ بعینہٖ معلوم کر لو کہ تم کہاں واقع ہو اور تمہاری حالت کہاں ہے کس مقام پر کھڑی ہے لیکن تم عذروں کے چکر میں پڑے رہتے ہو۔ مصیبت یہ ہے کہ اپنے آپ سے بھی اپنے حالات کو چھپاتے ہو اور اندھیروں کی ایسی حالت میں ہو جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا کہ...... اگر وہ ہاتھ بڑھا کر اس کو دیکھنا چاہے تو دیکھ نہیں سکتا اور اس نہ دیکھنے میں درحقیقت اس کے اندرونی رجحان کا تعلق ہے ایسے اندھیروں میں بسر کرنے والے خواہ وہ اندھیروں کی کسی قسم میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہوں درحقیقت اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں سے واقف نہیں ہونا چاہتے اور اُن سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ جب وہ دکھائی دینے لگتی ہیں تو اپنی نظر کو دھندلا لیتے ہیں اور اُس کمزور طالب علم کی طرح جو امتحان دینے کے بعد سوچتا ہے کہ شاید میرے استاد کی نظر دھندلا گئی ہو اور یہ غلطی اس سے محسوس نہ کی ہو۔ اس طرح وہ ہمیشہ اپنے متعلق یہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نظر دھندلانے کی امید استاد سے رکھتے ہیں اپنی ساری زندگی اپنے حالات کو اسی دھندلائی ہوئی نظر سے دیکھتے چلے جاتے ہیں اور کبھی ان کو خیال نہیں آتا کہ آخری ممتحن ہم نہیں ہیں بلکہ آخری ممتحن تو خدا ہے۔ پس ایک ایسا وقت آئے گا کہ جب تم اس مقام پر پہنچو گے جہاں تمہارا احساب چکایا جائے گا۔ وہی روشنی میں زندگی بسر کرنے والا ہے جو اس آخری پردے سے بھی باہر ہو یعنی جس کے اوپر سحاب کا پردہ نہ ہو اور سورج سے براہِ راست فیض پانے والا ہو۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب خدا نور دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو جس کو چاہے وہ اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ایسے شخص کا حال یکدفعہ بدل جاتا ہے۔ اس کے رجحانات کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ سورج سے صرف فیض نہیں پاتا بلکہ سورج کی طرح فیض پہنچانے والا بن جاتا ہے اور تمام عالم کو فیض پہنچاتا ہے اور اس پر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ آخری اندھیرے میں بھی جو فیض اس کو پہنچ رہا تھا وہ دراصل اسی سورج سے پہنچ رہا تھا۔ یہ وہ عرفان کا آخری مقام ہے جس کے بعد اور باریک تر مقامات ہیں مگر ظاہری نظر کے لحاظ سے یہ وہ آخری مقام ہے جہاں سے پھر نئے طبقات شروع ہو جاتے ہیں گویا کہ تین دَور کہہ لیں، مقام نہیں کہنا چاہئے۔ یہ آخری دَور ہے جس میں انسان داخل ہو جاتا ہے اور پھر نیا نیا نور اس کو ہمیشہ نصیب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس مقام پر آکر جو خدا سے براہِ راست فیض پانے لگ جاتے ہیں وہ خدا کی نظر میں آجاتے ہیں۔ خدا کو دیکھتے ہیں اور خدا ان کو دیکھتا ہے۔ اُن پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ سمندر کے گہرے ترین اندھیروں میں بھی زندگی کی جو بھی شکلیں تھیں، جو بھی توانائی کی صورتیں موجود تھیں وہ تمام کی تمام بالواسطہ سورج سے فیض پانے والی تھیں۔ ایک بھی حالت ایسی نہیں جو قابل ذکر ہو جس نے سورج سے فیض نہ پایا ہو۔ یہ سائنس کا ایک لمبا مضمون ہے جس کو تفصیل سے بتانے کا نہ موقعہ ہے نہ جمعہ میں ایسے لوگ شامل ہوتے ہیں جو ان مضامین کو سمجھ سکیں (سوائے جس کے بارے میں اللہ چاہے) لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہی آخری صورت ہے جس سے دنیا کا کوئی صاحب فہم انسان جو سائنس سے واقفیت رکھتا ہو انکار نہیں کر سکتا۔ آپ دنیا میں جتنی چیزیں دیکھ رہے ہیں۔ جتنی حرکت مل رہی ہے۔ جتنی توانائی کی شکلیں ہیں۔ جتنی زندگی کی شکلیں ہیں، ارتقاء کی جو بھی حالتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ بالآخر کلیۃً سورج سے فیض پانے والی ہیں۔ اس لئے وہ اندھیرے جہاں موج کے بعد موج ڈھانپے ہوئے ہے، وہ مقامات جہاں موج کے بعد موج اندھیرے ڈال رہی ہے اور پھر سحاب بھی اوپر چھایا ہوا ہے۔ وہ مقامات بھی سحاب کے پیچھے چمکنے والے سورج سے فیض یافتہ ہوتے ہیں لیکن اُن جاہلوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب وہ پردہ اٹھتا ہے تو پھر سارا ماحول روشن ہو جاتا ہے۔ پھر تمام حقیقتیں آشکارا ہو جاتی ہیں۔

حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق یہ فرماتے ہیں ؎

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے

تو دراصل یہی اندر کی راہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک سورج کے طور پر ظاہر کیا، اس لئے کہ یہ بتایا جائے کہ اس نے مجھ سے تعلق رکھ کے سورج والے رنگ ڈھنگ اختیار کر لئے۔ تمام بنی نوع انسان کو فیض پہنچانے والا بن گیا اور وہ لوگ جو اندھیروں میں بھی واقعہ ہیں۔ وہ بھی دراصل اسی کے نور سے فیض یافتہ ہیں۔ اس سے ایک اور مضمون ہم پر کھل جاتا ہے لیکن اس کے بھی بیان کا موقعہ نہیں۔

حقیقت میں اتنا میں عرض کروں گا کہ اسلامی تعلیم دنیا کے ہر مذہب پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ جہاں بھی جس مذہب میں بھی آج کوئی فیض کا مقام ملے گا وہاں آپ کو اسلامی تعلیم کی جھلک ملے گی جہاں نہیں ملے گی وہاں کوئی فیض کا مقام نہیں ملے گا۔

خدا سے تعلق کے بغیر اندرونی اندھیروں سے نجات نہیں ملتی

پس اس مختصر بات میں ساری باتیں آجاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم روشنی کا وہ سورج بن جاتے ہیں جس سے ہم خدا کا فیض پاتے ہیں، خدا کا نور حاصل کرتے ہیں اور وہ سب پردے اٹھا دیتا ہے اور اندر کی راہ دکھا دیتا ہے۔ پس یہ آخری پردہ ہے جسے توڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آپ اس بات کے اہل نہیں ہو سکتے کہ اپنے اندرونی اندھیروں سے نجات حاصل کریں اور اپنے اوپر چھائے ہوئے پردوں کو خود چاک کر سکیں سوائے اس کے کہ آپ خدا کے ساتھ براہِ راست تعلق جوڑ لیں اور خدا کے نور سے نور یافتہ ہو جائیں اور پھر اس کی روشنی کے نتیجے میں سارے پردے اس طرح کھلنے لگیں اور مٹنے لگیں اور زائل ہونے لگیں جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ...... جب حق روشن ہو جاتا ہے یعنی خدا کسی بندے پر روشن ہو جاتا ہے تو اس کی ساری ظلمات مٹ جاتی ہیں اور کٹ جاتی ہیں اور سارے پردے باطل ہو جاتے ہیں اور اُن کو وہاں ٹھہرنے کی مجال نہیں رہتی۔ پس یہ وہ آخری نور کی حالت ہے جس کی طرف ہمیں ہمیشہ سفر کرتے رہنا چاہئے۔ جس کے لئے کوشاں رہنا چاہئے اور جس کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام احمدی احباب کا شکریہ

بس دو باتوں میں مختصراً تمام احباب جماعت عالمگیر کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ فیض کا مضمون چل رہا ہے جو خدا سے فیض یافتہ ہوں وہ پھر تمام بنی نوع انسان کو فیض پہنچاتے ہیں۔ بھائی منور جو میرے بزرگ بڑے بھائی تھے ان کی وفات کے بعد اس کثرت سے تمام دنیا سے احمدیوں کے تعزیت کے بہت ہی درد میں ڈوبے ہوئے، اخلاص سے روشن خطوط ملے ہیں کہ ان کے اوپر اظہار تشکر کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لیکن اس کثرت سے آرہے ہیں کہ یہاں کے موجودہ سٹاف کی رُو سے یہ بھی ممکن نہیں کہ جیسا کہ میری خواہش تھی کہ ہر ایک کو اس کے مضمون کے مطابق شکریے کا جواب دوں بلکہ اب تو تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہ باقاعدہ ایک تحریر چھپوا کر بھجوانا بھی ممکن تو ہوگا لیکن بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ خطبے کے آخر پر ایسے تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان کا دل یہ ضرور چاہتا ہوگا کہ میں ان کی تحریر پڑھوں اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے جذبات کا مطالعہ کروں یعنی تحریر کی روشنی میں۔ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہر شخص کی تحریر کے اندر جو باریک لطافتیں چھپی ہوئی تھیں۔ جو خاص ان کے تجربات تھے...... بھائی کے ساتھ ان کی جو واقفیتیں یا اُن کے فیض کا ذکر ہے، وہ ساری باتیں میں نے جذب کیں اور ہر شخص کا اس کی حیثیت اور توفیق کے مطابق شکرگزار ہوا اور اسی کے خط کے مضمون کے مطابق اس کے لئے دعاگو ہوا۔ پس میرے اس شکریے کو کافی سمجھا جائے اور اس خطبے کے ذریعے میں تمام احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ آپ کو احسن جزا عطا کرے)

دوسرا پہلو میری اہلیہ کی اچانک بیماری کا ہے۔ ان کو دل کا دورہ ہوا لیکن چونکہ ذیابیطس بھی تھی اور بیماری کی شکل میں کچھ اور ایسے الجھاؤ تھے کہ جس کی وجہ سے طبیب کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ پہچان سکے کہ یہ دل کا دورہ ہے۔ اور اچھے سا اچھا طبیب بھی اس معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہے چنانچہ باوجود اس کے کہ دل کا بے حد شدید حملہ تھا جس سے عموماً انسان جانبر نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور چار پانچ دن اسی حالت میں کہ پتہ بھی نہیں کہ دل کی تکلیف ہے وہ پھرتی بھی رہیں، سفر کی میری تیاری بھی کرواتی رہیں اور شدید تکلیف میں رہیں لیکن نہ احساس ہونے دیا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ پوری طرح بتایا۔ جب آخر پتہ چلا تو ڈاکٹر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو ناممکن نظر آتا ہے کہ دل کے اتنے شدید حملے کا مریض بچ جائے اور پھر مسلسل سیڑھیاں چڑھ رہا ہے، اُتر رہا ہے، کپڑے پیک کر رہا ہے، سفر کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ تو ناقابل یقین بات ہے لیکن اس کو یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں پتہ کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دعا گو جماعت ہے اور ان کی بیماری کی خبر کے بعد جو دعائیں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب تھا وہ دعاؤں سے پہلے بھی بعض دفعہ قبول فرمالیتا ہے اور اس کثرت سے احباب جماعت کے خطوط ملے ہیں اور درد سے اس قدر بلک بلک کے ساری دنیا میں احباب نے دعائیں کی ہیں کہ یہ ناممکن تھا کہ ان کا فیض نہ پہنچتا۔

خدا سے براہ راست نور یافتہ لوگوں کی مثال

پس یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو خدا سے براہ راست نور یافتہ ہوں، خدا سے براہِ راست فیض یافتہ ہوں ۔ وہ بھی سورج بن کر اُبھرتے ہیں اور تمام عالم میں ان کا فیض پہنچتا ہے ۔ اس لئے اگر فجی ہو یا امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا پاکستان یا ہندوستان، کہیں بھی کوئی احمدی ہے اس کی دردناک دعاؤں کا فیض میں نے خود دیکھا ہے کہ ہم تک پہنچتا رہا ۔ اور آخری شکل یہ ہے کہ جن ماہرین نے دیکھا ان میں سے ایک نے ہمارے ایک احمدی ماہر قلب کو فون پر بات کرتے ہوئے امریکہ کہا کہ میں خلاصۃً صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ معجزہ ہے۔ اس کے سوا ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا کیونکہ جس بیماری میں بظاہر مرنا یقینی تھا اس بیماری سے نہ صرف شفاء ملی بلکہ اس کے بعد مسلسل اسی بیماری کو چیلنج کیا گیا کہ آؤ مار کے دکھاؤ ۔ اور پھر بھی بیماری کو مارنے کی توفیق نہیں ملی ۔ اور پھر شفاء اس نوعیت کی ہوئی کہ ماہر قلب نے خود مجھے بتایا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہوا ہے ۔ کوئی بیماری کا بداثر جو دل کے ساتھ زندگی بھر چمٹ جایا کرتا ہے وہ ان کی صورت میں نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر احتیاط کی جائے، ابھی تو وقت لگے گا، تین مہینے ابھی اس زخم کو مندمل ہونے میں لگیں گے جو کافی بڑے حصے پر واقع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احتیاط تو لازماً ہے لیکن اب تک جو صورت حال ابھری ہے وہ یہی ہے کہ اس کی اُن پیچیدگیوں سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے جو بالعموم ایسے مریضوں کو لاحق ہو جایا کرتی ہیں ۔

ایک ایمان افروز واقعہ

اس ضمن میں ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ بھی سنا دوں اور اس سے انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ضروری نہیں کہ الہام ہو لیکن ایسے واقعات ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغام بن جاتے ہیں اور انسان ان کو پیغام کے طور پر سمجھ لیتا ہے اور اس کی پہچان کے بھی واضح نشانات ہوا کرتے ہیں ۔ جس وقت ان کی بیماری نے شدت اختیار کی اور ڈاکٹرز نے بالآخر ہمیں بتایا کہ دل کا شدید حملہ ہے اور (دل مکمل فیل ہو جانے کی حالت) COMPLETE HEART FAILURE میں جا چکی ہیں اس وقت دعا کے بعد میں لیٹا تو میں نے ٹیلی ویژن خبروں کے لئے آن کیا لیکن عجیب بات ہے کہ اس چینل پر خبروں کی بجائے پنجابی کی ایک قوالی یہاں انگلستان میں آ رہی تھی اور وہ قوالی یہ تھی (مجھے لفظ تو پورے یاد نہیں) کہ

ع جینوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی

جس کو سائیں نے رکھنے کا فیصلہ کیا اس کو مار کوئی نہیں سکتا اور قوالوں کی طرح وہ اس مصرعے پر اڑا ہوا تھا ۔ یہی کہے جا رہا تھا ۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ میری دعا کا جواب دے رہا ہے کہ یہ مریض وہ ہے جس کو مارنے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ نہیں مارنے دینا ۔ اس لئے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے ۔ جو مرضی کر لو خدا نے اس مریض کو نہیں مرنے دینا۔

اب یہ دل کا ایک تأثر ہو سکتا تھا لیکن اسی شام جب میں ہسپتال بیوی سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ عجیب بات بتائی ۔ کہتے ہیں کہ اس ہسپتال میں تو نہ کوئی گانے، نہ شور، نہ ٹیلی ویژن ۔ دل کی (انتہائی نگہداشت) INTENSIVE CARE ہے، آواز بھی باہر سے نہیں آتی ۔ جس وقت میرا ای سی جی ہو رہا تھا اس وقت اچانک کہیں سے ایک ٹیلی ویژن یا ریڈیو آن ہوا ہوگا تو یہ آواز بار بار پنجابی گانے کی آ رہی تھی کہ

ع جینوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی

اب اس ہسپتال میں میں بار بار گیا ہوں ۔ میں نے ایک دفعہ بھی نہ ریڈیو کی آواز سنی نہ ٹیلی ویژن کی آواز سنی اور (انتہائی نگہداشت) INTENSIVE CARE میں ویسے بھی آوازیں نہیں پہنچا کرتیں لیکن خدا نے یہ بتانا تھا کہ یہ بھی الہام کی ایک قسم ہے ۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی آوازوں کے ذریعے جو کہ عام قانون میں جاری ہیں ایک پیغام پہنچا دیتا ہے اور اسے تقویت دینے کی خاطر اس اعجازی رنگ میں اس کو دہراتا ہے کہ انسان کے لئے شک کی گنجائش نہ رہے اور پھر شفاء کے بعد کے جو واقعات ہیں وہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ثابت کرتے ہیں کہ یہی خدا کا فیصلہ تھا .... ۔ اور مجھے یقین ہے کہ اصل تو یہ کہنا چاہیئے کہ صرف خدا کا فیض ہے لیکن اس فیض کو بندوں میں دہرا لطف پیدا کرنے کی خاطر وہ دعاؤں کے ساتھ ملا دیا کرتا ہے تا کہ بندوں کو یہ بھی لطف آئے کہ ہمارا بھی ہاتھ لگا ہوا ہے ۔ پس ان معنوں میں میں دعاؤں کا ممنون ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کرنے والے احباب جماعت کا ہاتھ بھی لگوا دیا ورنہ اصل میں تو ہر فیض اسی سے جاری ہوتا ہے اور اسی کے فیصلے کے مطابق جاری ہوتا ہے ۔ بہرحال تمام احباب جماعت کا میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ یہ جتنے بھی خط ملتے ہیں میں خود بھی بڑے غور سے پڑھتا ہوں اور پھر بی بی کو بھی پہنچا دیتا ہوں وہ بھی پڑھتی ہیں اور ہر ایک کا پیغام ان تک براہ راست بھی پہنچ رہا ہے ۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی احسن جزاء عطا کرے)

خبریں

ملکی خبریں

○ پاکستان بھر کی زرعی اراضی پر لینڈ ٹیکس نافذ کئے جانے کے امکان کا جائزہ لیا جا رہا ہے یہ تجویز مشترکہ مفادات کی کونسل کے آئندہ اجلاس میں پیش ہو سکتی ہے۔

○ افغان عبوری حکومت کے سربراہ پروفیسر صبغت اللہ مجددی نے کہا ہے کہ وہ نواز شریف سے ملاقات کر کے افغانستان کی عبوری حکومت کو تسلیم کئے جانے کا مطالبہ کریں گے۔

○ وزیر اعظم نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کا انڈیکسیشن کا نظام بحال کر دیا ہے ۔ اس سسٹم کے تحت اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کی نسبت سے تنخواہوں میں ہر سال خود بخود اضافہ کیا جاتا ہے۔

○ آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم نے کہا ہے کہ خود مختار کشمیر کی تحریک کشمیریوں کی قربانیوں سے بے وفائی ہو گی۔

○ وزیر اعظم پاکستان نے ۶۰ سال کی عمر کی حد پوری کرنے کے بعد کنٹریکٹ پر رکھے گئے تمام افسروں کو فارغ کرنے کا حکم دیا ہے۔

○ چار غیر ملکی بینکوں نے پاکستان کو ساڑھے ۳۲ کروڑ ڈالر کا قرضہ زائد شرح سود پر صرف چھ ماہ کے عرصہ کے لئے دینا منظور کر لیا ہے ۔ اس سے شدید مالی بحران صرف وقتی طور پر ٹل گیا ہے۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق نے سلامتی کونسل کی مجوزہ قرارداد کی مذمت کی ہے اور اپنا یہ موقف دوہرایا ہے کہ کویت اور فلسطینیوں کا مسئلہ مشترکہ طور پر حل کیا جائے۔

○ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے سربراہ مسٹر یاسر عرفات نے عراق کو آخری الٹی میٹم دینے پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسا ہی الٹی میٹم اسرائیل کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کر دے۔

○ برطانیہ کے وزیر خارجہ جان میجر کو برطانیہ کا نیا وزیر اعظم منتخب کر لیا گیا ہے۔ حکمران ٹوری پارٹی کی قیادت کے مسئلے پر ہونے والے انتخاب میں انہوں نے ۱۸۵ ووٹ حاصل کئے جو مطلوبہ ووٹوں سے دو کم تھے ۔ لیکن ان کے دونوں حریفوں مائیکل ہیزل ٹائن اور ڈگلس ہرڈ نے اعلان کیا کہ تیسری بار قیادت کا انتخاب ہوا تو وہ اپنا ووٹ جان میجر کو دیں گے دونوں متذکرہ افراد نے آئندہ انتخابات میں ٹوری پارٹی کی کامیابی کے پیشِ نظر جان میجر کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

○ نئے وزیر اعظم جان میجر نے سبکدوش ہونے والی وزیر اعظم مسز مارگریٹ تھیچر کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ان کو ٹوری پارٹی کی تاریخ کے عظیم رہنماؤں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نونہالانِ جماعت

بچّوں کا کالم

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی سے رکھے اور خادم دین بنائے۔ خادم دین دراصل معروف معنوں میں دین کی خدمت بھی کرتا ہے اور ساری انسانیت کی بھی۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) کے تسلسل میں ایک اور حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ اسے بار بار پڑھیں اور دوسروں کو بھی سنائیں تاکہ یہ باتیں آپ کو زبانی یاد ہو جائیں۔

شادی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے نیک سلوک اور شریفانہ برتاؤ کا ان کے غلام پر جس کو اس نے ساتھ بھیجا تھا، اس قدر اثر ہوا کہ وہ آپؐ کو نہایت ہی پیار کرنے لگا۔ اور اس نے حضرت خدیجہؓ کو سب حال سنایا۔ ان کے دل پر بھی آپ کی نیکی کا اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے آپ سے شادی کی درخواست کی اور آپ نے اسے منظور کر لیا۔ اس وقت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کے قریب تھی اور آپ کی عمر صرف ۲۵ سال کی تھی۔

ایثار حضرت خدیجہؓ

حضرت خدیجہؓ نے نکاح کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جس قدر مال ان کے پاس تھا اور غلام سب آپؐ کے سامنے پیش کر دیئے اور کہا کہ اب یہ سب کچھ آپؐ کا ہے۔ آپؐ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور اس طرح اپنی جوانی میں وہ کام کیا جو اس سے پہلے بوڑھے نہیں کر سکے تھے۔ یعنی غلامی کی جڑ کو کاٹ دیا۔ حالانکہ آپؐ اسی شہر کے رہنے والے تھے جس کے لئے غلامی بمنزلہ ایک روح کے تھی۔ بغیر اس کے کام چل ہی نہ سکتے تھے۔

اصلاح ملک اور اعزاز وحی

آپؐ اپنے ملک کی خرابیوں کو دیکھ کر بہت افسردہ رہتے تھے اور بالعموم شہر سے تین میل کے فاصلے پر حرا نامی پہاڑی کی چوٹی پر جا کر ایک پتھروں کی غار میں بیٹھ کر اپنے ملک کی خرابیوں اور شرک کی کثرت پر غور کرتے تھے۔ اور اس جگہ ایک خدا کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں آپؐ کو اس قدر لطف آتا تھا کہ آپؐ کئی دفعہ کئی کئی دن کی غذا گھر سے لے کر جاتے تھے اور کئی کئی دن اسی غار میں رہتے تھے

آخر جب آپ چالیس سال کی عمر کے ہوتے آپ پر خدا کی طرف سے الہام نازل ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کر اور اسی سے علم کی ترقی اور روحانی عزت اور ان علوم کے لئے دعا کر جو پہلے دنیا کو معلوم نہ تھے۔

تصدیق حضرت خدیجہؓ

آپؐ کی طبیعت پر اس وحی کا ایسا اثر ہوا کہ آپؐ گھبرا کر گھر آئے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مجھے ایسا الہام ہوا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ میری آزمائش ہی نہ ہو۔ حضرت خدیجہ نے جو آپؐ کی ایک ایک حرکت کا غور سے مطالعہ کرتی تھیں اس بات کو سن کر جواب دیا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ اس طرح آپؐ کو ابتلاء میں ڈالے حالانکہ آپؐ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور جو لوگ کام نہیں کر سکتے ان کی مدد کرتے ہیں اور آپؐ سے وہ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں جو دنیا میں اور کسی سے ظاہر نہیں ہوتے اور آپؐ مہمانوں کی خاطر و مدارات کرتے ہیں اور جو لوگ مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں۔

گواہی ورقہ بن نوفل

یہ اس عورت کی رائے ہے جو آپؐ کی پہلی بیوی تھی۔ اور جو آپؐ کے تمام اعمال سے واقف تھی اور اس سے زیادہ سچا گواہ اور کون ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کی حقیقت ہمیشہ تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اور تجربہ جس قدر بیوی کو خاوند کے حالات کا ہوتا ہے دوسرے کو نہیں ہو سکتا مگر آپؐ کی تکلیف اس تسلی سے دور نہ ہوئی اور حضرت خدیجہؓ نے یہ تجویز کی کہ آپ میرے بھائی سے جو بائبل کے عالم ہیں ان سے ملیں اور ان سے پوچھیں کہ اس قسم کی وحی کا کیا مطلب ہے چنانچہ آپؐ وہاں تشریف لے گئے اور ورقہ بن نوفل سے جو حضرت خدیجہؓ کے رشتے میں بھائی تھے، جا کر پہلے ان کو سب حال سنایا۔ انہوں نے سن کر کہا گھبرائیں نہیں تمہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی جس طرح کہ موسیٰؑ کو ہوا کرتی تھی۔ اور پھر کہا کہ افسوس کہ میں بوڑھا ہوں۔ کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا جب خدا تعالیٰ تجھے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کرے گا اور تیری قوم تجھے شہر سے نکال دے گی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رات دن دنیا کی بہتری کی فکر میں لگے ہوئے تھے اور سب اہل شہر ان سے خوش تھے اس امر کو سن کر حیران ہوئے اور حیرت سے دریافت فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ ورقہ نے کہا ہاں کبھی کوئی شخص اس قدر بڑے پیغام کو لے کر نہیں آیا جو تو لایا ہے کہ اس کی قوم نے اس پر ظلم نہ کیا ہو۔ اور اس کو دکھ نہ دیا ہو۔ اس سلوک اور محبت کی وجہ سے جو آپؐ لوگوں سے کرتے تھے۔ اس محبت کے سبب سے جو آپؐ کو ہر آدمی کے ساتھ تھی۔ اور اس خدمت کے ماتحت جو آپؐ اپنے شہر کے غرباء کی کرتے تھے۔ یہ بات کہ شہر کے لوگ آپ کے دشمن ہو جائیں گے آپ کو عجیب معلوم ہوئی مگر مستقبل آپ کے لئے کچھ اور چھپائے ہوئے تھا۔

(باقی آئندہ)

○ منصورہ حنا صاحبہ بنت مکرم عبدالوہاب صاحب جامکے چیمہ لکھتی ہیں:-

احسانات خداوندی کا تو شمار بھی نہیں کسی کے احسانات کا شکر ادا کرنے کے لئے سب سے پہلی بات یہ ہوتی ہے کہ ہم اس کے احسانات کا شمار کریں کیونکہ جب تک شمار نہیں کریں گے شکر نہیں ادا ہو سکتا۔

احمدی بچے یہ تو جانتے ہیں کہ ہمارا ایک بہت پیارا سا خدا ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور پھر اس کا احسانِ عظیم یہ ہے کہ ہم حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہیں اور پھر اس کے بعد نظام امامت سے بھی وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پیارے خدا کے ہم پر بے حد و انتہا احسانات ہیں

مثلاً اس نے ہماری پیدائش سے بھی پہلے ان چیزوں کو پیدا کیا جن کی ہمیں اپنی زندگی میں ضرورت تھی۔

زمین، سورج، آسمان، چاند، ستارے سیارے، ہوا، پانی ان سب چیزوں کو پیدا کر کے انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ یقیناً یہ سب کچھ ہماری پیدائش سے بہت پہلے وجود میں آ چکا تھا۔

کیا ہم سورج روشنی اور توانائی کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ کیا ہوا کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ کیا پانی کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ تو جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

جی ہاں۔ یہ تو ہیں چند ایک احسانات۔ ان سب چیزوں کے علاوہ بھی بے حساب نعمتوں سے نوازنے کے بعد انسان کو عقل جیسی نعمت بھی عطا فرمائی کہ وہ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا شمار نہیں کر سکتے۔ چونکہ شمار نہیں کر سکتے اس لئے شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں

یہ بالکل سچ ہے کہ:-

اگر ہمارے جسم کے ہر ہر بال کو دو دو زبانیں بھی مل جائیں اور وہ دن رات خدا کی حمد و ثناء کرتے رہیں تب بھی اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

○ کہتے ہیں عادت کی زنجیر اتنی ہلکی ہوتی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتی اور جب محسوس ہونے لگتی ہے تو اتنی مضبوط ہو چکی ہوتی ہے کہ آپ اسے توڑ ہی نہیں سکتے۔

○ اچھا اب آپ یہ بتائیں کہ آپ ہمیں کب خط لکھیں گے اور خط کے ساتھ کہانی یا نظم یا لطیفہ کب بھیجیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

نادار مریضوں کیلئے عطایا کی تحریک

فضلِ عمر ہسپتال ربوہ مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خدمتِ خلق کا ایک نیک نام ادارہ ہے۔ اس ہسپتال میں سینکڑوں ہزاروں افراد بلاتمیز مذہب و ملت مفت علاج کی سہولت حاصل کرتے ہیں۔ اس ہسپتال کو حضرت امام جماعت احمدیہ اس معیار کا ہسپتال بنانا چاہتے ہیں کہ۔

"ساری دنیا میں اس روح اس کردار اور ظاہری باطنی معیار کا کوئی ہسپتال نہ ہو"

مستحق مریضوں کے مفت علاج کی یہ خدمتِ خلق ہمیشہ مخلصین جماعت احمدیہ کے عطایا پر منحصر رہی ہے۔ مستحق مریضوں کی امداد کے لئے صدقہ کی رقوم احباب جماعت ہمیشہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محتاج و ضرورت مند بندے کی مدد خالقِ دو جہاں کی مدد کے مترادف ہے۔ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ موت کے منہ میں سسکتی ہوئی انسانیت کی خدمت سب سے عظیم صدقہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے

حبوب مفید اٹھرا ۱۵/- ، ۴۵/-	اکسیر اولاد نرینہ (کورس) ۱۵۰/-	زد جام عشق ۱۲۰/-
تریاق معدہ ۸/- ، ۱۶/-	روشن کاجل ۵/-	سرمہ جواہر ۵/-

ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ۔ ربوہ
فون ۶۳۴

اہالیان ربوہ کے لئے خصوصی سہولت

ایسے مستحق اور نادار اہالیان ربوہ جو خاکسار سے طبی مشورہ چاہتے ہیں۔ وہ مفت طبی مشورہ کے لئے ہر اتوار۔ دوپہر تین بجے تا چار بجے تک بیت الاحسان دار الصدر ربوہ تشریف لا سکتے ہیں۔ وقت کی پابندی کریں۔ بہتر ہو گا پہلے آکر اپنا نام تحریر کروائیں۔
ڈاکٹر مرزا مبشر احمد۔ ایف آر سی ایس

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

ضروری اعلان

احباب کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ خاکسار نے اپنی دکان تبدیل کر لی ہے۔ نئی دکان ذیشان جنرل سٹور۔ اقصیٰ روڈ کے ساتھ ہے۔
میاں نسیم احمد طاہر گولڈ سمتھ اقصیٰ روڈ۔ ربوہ فون دکان: ۸۳۷ فون گھر ۶۱۷

ڈاکٹرز! DOCTORS

گذشتہ ۳۰ سالوں میں کیورٹیو ہومیو پیتھی نے بہت سی امراض کے ایسے کامیاب اور مجرب کورسز پیش کئے ہیں جن سے آپریشن کے کیس SURGICAL CASE بغیر آپریشن کے انہی کیورٹیو ادویات سے ٹھیک ہو گئے آپ بھی ہمارے ساتھ آئیں۔ ریسرچ میں شامل ہوں اور آپریشن سے پہلے کیورٹیو ادویات آزما کر رپورٹ ارسال فرمائیں۔
لٹریچر اور سیمپلز فری
کیورٹیو میڈیسن کمپنی ربوہ
فون ۷۷۱ ، ۶۰۶

ضرورت ڈرائیور

ہمیں اپنی فیکٹری واقعہ جہلم میں ایک تجربہ کار ڈرائیور کی ضرورت ہے، پانچ سالہ تجربہ جس میں کار چلانے کا تجربہ ضروری ہے۔ عمر ۳۰ ۔ ۵۰ کے درمیان۔ تنخواہ ۱۲۶۰/- ماہوار۔ اس کے علاوہ گریجویٹی۔ بونس سالانہ چھٹیاں۔ انشورنس۔ میڈیکل اور سنگل فری رہائش۔ درخواستیں معہ تصدیق مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

جنرل منیجر
پاکستان چپ بورڈ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پوسٹ بکس ۱۸ جہلم

طلائی و نقرئی زیورات کی معیاری دوکان
الحمد جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ

جنرل سٹور برائے فروخت

کاروباری خواہشمند حضرات کیلئے سنہری موقع
شاہد شاپنگ سنٹر افضل مارکیٹ گولبازار ربوہ
رابطہ: ڈاکٹر عبد الحئی انجم
انجم سکن کیئر کلینک
اقصیٰ روڈ ربوہ

قدیمی ۔۔۔ اوّلین ۔۔۔ شہرہ آفاق
۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
فون ۷۳۹۹۷ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
برانچیں
کراچی: فون نمبر ۴۱۳۲۵۱
لاہور: ۱-D-۳ گلشن راوی
ملتان: چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
منڈی بہاؤالدین: بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
رحیم یار خان: فون نمبر ۴۷۹۹
ربوہ: اقصیٰ چوک کالج روڈ۔ فون نمبر ۵۵۸

رقبہ برائے فروخت

خود کاشت ۷۸۔ ایکڑ زرعی زمین فوری قبضہ برلب پکی سڑک۔ ربوہ سے ۱۸ میل (ساہیوال روڈ)۔ دو ٹیوب ویل (ایک بجلی پر) مع پختہ عمارت دو کمرے۔ ہر قسم کے قرض / بار سے پاک۔ ٹریکٹر۔ ٹرالی۔ ہل۔ کراہ گندم کاٹنے کی مشین اور دیگر زرعی آلات۔ رقبہ زرعی (انڈسٹری و کاشت) کے لئے نہایت موزوں۔ مناسب قیمت برائے فروخت موجود ہے۔
رابطہ: رانا تحسین الرحمٰن معرفت چوہدری احمد الدین خان۔ فون گھر ۴۳۰۳۶ ۔ B- ۲۰۳ پیپلز کالونی فیصل آباد۔ ربوہ دفتر فون: ۶۷۴ گھر فون: ۴۶۷

نرینہ اولاد سے محروم۔ بے اولاد۔ اٹھراء۔ سوکھا۔ گرمی۔ گیس کا علاج کرنے والے
۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
زیر نگرانی حکیم عبد الحمید اعوان ابن حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس ۱۹۰ فون ۷۴۸۴۴ / ۷۶۴۹۷ ۔ ۴۳۱۰
برانچیں
ربوہ: اقصیٰ چوک نزد لیٹر بکس
ملتان: نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ
چوک قلعہ کالروالہ: تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
کراچی: محمود آباد ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ
خواتین کے لئے انتظام کیساتھ